29

حقیقی معرفت حاصل کرو

(فرمودہ ۷۔ فروری ۱۹۱۹ء)

حضور انور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

"کلمۂ توحید جو ہر ایک خطبہ اور لیکچر اور وعظ کے ابتداء میں پڑھا جاتا ہے اور جس کی نسبت سب مسلمانوں کا یقین و ایمان ہے کہ وہ اسلام کا مرکزی نقطہ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا خلاصہ ہے اس میں مسلمانوں کو جن امور کی طرف متوجہ کیا گیا ہے ان کی طرف دھیان نہ رکھنے اور ذہن سے اُتار دینے کی وجہ سے انسان علم دین سے دُور جا پڑتا اور اسلام سے ناواقف ہو جاتا ہے اور اس کے عقائد میں کمزوری اور اعمال میں ابتری پیدا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہی کلمہ اور جملہ اُن ضروری امور کو شامل رکھتا ہے۔ جو عقائد اور اعمال کی درستی کے لیے ضروری ہیں۔ انسان اسی کے نہ سمجھنے سے صراط مستقیم سے اِدھر اُدھر ہو جاتا اور اسی کو بھولنے سے جادۂ اعتدال کو ترک کر دیتا ہے اور اسی سے عدم واقفیت کی وجہ سے ظلمت و گمراہی میں جا پڑتا ہے۔

یہی وہ کلمہ ہے جس کی معرفت سے انبیاء، انبیاء۔ صدیق، صدیق اور شہید، شہید کہلائے اور ولیوں نے ولایت کا مرتبہ پایا اور دوسری طرف اسی کے نہ جاننے سے ایک ہستی نے اپنا نام ابلیس رکھا یا، لیکن باوجود اس کے بہت ہیں جو اس کلمہ کو پڑھتے ہیں۔ مگر ان کے دلوں میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں اور وہ ایسے کامل الایمان نہیں ہوتے۔ جس سے وہ ہر مشکل اور ہر دُکھ اور ہر ابتلاء میں قائم رہیں۔ بلکہ بہت ہیں جو چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے ڈگمگا جاتے ہیں اور ان کا پائے ثبات اُکھڑ جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں بہت سے ایسے ہوتے ہیں۔ جو دین کے لیے دنیاوی فوائد کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تاہم بعض اوقات ایک ادنیٰ سی بات کی خاطر اپنے ایمان کو قائم نہیں رکھ سکتے اور چھوٹی سے چھوٹی بات ان کے ایمان کو ضائع کر دیتی ہے۔

یہ صرف اسی کلمہ کی عدم معرفت کی وجہ سے ہوتا ہے پڑھنے کو تو بہت پڑھتے ہیں لیکن لا الٰہ الا اللہ

کے اصل مطلب سے بہت کم واقف ہوتے ہیں۔ان میں ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جو دینی جوش کی وجہ سے اپنے مالوں کو۔ رُتبوں کو۔ وطنوں کو اور خویش و اقارب کو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن ایک ذلیل سی بات پر ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ ان کی قربانیاں جوش کے باعث ہوتی ہیں، لیکن چونکہ ان میں کامل معرفت نہیں ہوتی۔ اس لیے قائم نہیں رہ سکتے۔ مذہبی جوش سے ہر مذہب کے لوگ قربانیاں کرتے ہیں۔ جیسے کہ عیسائی بھی بڑی بڑی قربانیاں کرتے ہیں حالانکہ عیسائیت سچا مذہب نہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کی عورتوں تک میں اسقدر قربانی کا جوش ہوتا ہے کہ بعض علاقوں میں عیسائی عورتیں ٹکڑے ٹکڑے کی گئیں۔ مگر ان کی جگہ پر فوراً دوسری پہنچ گئیں۔ مگر عیسائیوں میں بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی عمر کا بڑا حصہ مشن کی خدمت میں بڑے جوش سے صرف کرتے ہیں، لیکن اخیر عمر میں عیسائیت کی تردید میں سوچ سوچ کر اعتراض شائع کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ ان میں نئے نئے چرچ قائم ہوتے رہتے ہیں اور ان نئے چرچوں کے بانی عموماً ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی عمر کا بڑا حصہ عیسائیت کی خدمت میں گذرا ہوتا ہے۔ پس ان کی قربانی تو ہوتی ہے، لیکن چونکہ وہ عرفان کے ماتحت نہیں ہوتی اس لیے وہ قربانی قربانی نہیں کہلا سکتی، لیکن جو شخص عرفان کے ماتحت قربانی کرتا ہے اگر زمین و آسمان بھی ٹل جائیں تو بھی اس کے عقیدہ میں تزلزل پیدا نہیں ہو سکتا۔

اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسا کہ ایک بچہ ہوتا ہے وہ ایک عورت کو پیچھے سے دیکھتا ہے اور اس کے قدو قامت و لباس وغیرہ سے یقین کر لیتا ہے کہ یہی میری ماں ہے۔ وہ خوشی سے دوڑتا ہوا اس کو لپٹ جاتا ہے، لیکن جونہی کہ وہ عورت اس کی طرف دیکھتی ہے وہ شرمندہ ہو کر اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ وہ سچے اخلاص اور سچی محبت سے اس کی طرف دوڑتا ہے لیکن جب اس کو صحیح معرفت ہوئی تو اس سے الگ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص عدم معرفت کی حالت میں قربانیاں کرتا ہے اس میں جوش بھی ہوتا ہے اخلاص بھی ہوتا ہے مگر جب وہ اسکو اپنے خیال کے مطابق نہیں پاتا تو اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے اور سخت ابتلا میں پڑ جاتا ہے پھر ایک ایسا بچہ ہوتا ہے جو اپنی ماں کو دیکھتا ہے پہچانتا ہے اور پھر اس کو لپٹ جاتا ہے۔ اس صورت میں ماں خواہ اس کو علیحدہ کر دے۔ جیسا کہ گرمی کے موسم میں ہوتا ہے کہ ماں پسینہ سے شرابور ہوتی ہے اور بچہ اُس کو لپٹتا ہے اور وہ اس کو علیحدہ کر دیتی ہے۔ مگر باوجود جھڑکنے اور غصہ ہونے اور بعض حالتوں میں تھپیڑ بھی کھانے کے وہ اپنی ماں کو نہیں چھوڑتا۔ بلکہ جوں جوں ماں اسے مارتی ہے جھڑکتی ہے وہ اور زیادہ اس کی گود میں گھستا جاتا ہے۔ بعینہٖ وہ شخص جس کو خدا تعالیٰ کی حقیقی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ ہرگز مصائب اور دُکھوں اور ابتلاؤں سے نہیں گھبراتا اور اس کا قدم ذرا نہیں ڈگمگاتا۔

بلکہ وہ اور زیادہ اطاعت اور فرمانبرداری میں بڑھتا جاتا ہے، لیکن جہاں عرفان کی کمی ہوتی ہے۔ تو یہ کمی اکثر رستہ سے جُدا کر دیتی اور ٹھوکر کھلاتی ہے۔

تو لا الٰہ الّا اللہ اسلام کا مغز ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے کہ اس سے ہر قسم کے شکوک و شبہات دُور ہو جاتے ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث مروی ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوتے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا تمنیت ان سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ میرے دل میں تھا کہ مَیں رسول کریم سے پوچھوں ما ذا یُنجینا ممتا یلقی الشیطان فی انفسنا کہ ہم شیطانی وساوس سے کیسے نجات پا سکتے ہیں۔ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ سئلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذٰلک۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ مَیں نے آپ سے اسی کے متعلق دریافت کیا تھا قال فقال ان تقولوا ما امرت به عمی ان یقول له فلم یقله[1] تو آپ نے فرمایا کہ تم وہ کہو جس کے کہنے کے لیے مَیں نے اپنے چچا کو کہا تھا، لیکن اس نے نہ کہا۔ وہ کیا بات تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو کہی۔ وہ یہی کلمۂ توحید تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے چچا ابوطالب کو انکی وفات کے وقت کہا تھا کہ چچا اگر آپ ایک دفعہ لا اللہ الّا اللہ کہدیں تو مَیں آپکی قیامت کے دن شفاعت کر سکوں گا۔ مگر انھوں نے جواب دیا کہ مَیں اپنی قوم سے ڈرتا ہوں کہ اگر مَیں نے یہ کلمہ پڑھ دیا تو وہ کہے گی کہ ابوطالب مرتے وقت اپنے بھتیجے سے ڈر گیا۔ اس لیے مَیں اسی مذہب پر جان دیتا ہوں جس پر مَیں نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ تو رسولِ کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بتایا کہ جو انسان شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ وہی کہے جس کے کہنے کے لیے مَیں نے اپنے چچا کو کہا تھا۔

یہ کلمہ انسان کو وساوس سے بچاتا ہے۔ انسان کے دل میں جو وساوس پیدا ہوتے ہیں وہ دو باتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ وہ چند باتیں حاصل کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ حاصل نہیں ہوتیں۔ یا وہ بعض باتیں چاہتا ہے کہ نہ ہوں مگر ان سے ان کو واسطہ پڑتا ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ اس کی جو جو خواہشیں ہیں۔ وہ تمام کی تمام پوری ہوں۔ ان میں سے کسی میں بھی کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو اور بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے وہ بچنا چاہتا ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دُکھوں، مصیبتوں آفتوں سے مامون رہے، لیکن دکھوں۔ آفتوں مصیبتوں سے اس کو پالا پڑتا ہے۔ یہی دو باتیں ہیں

---

[1] مسند احمد بروایت مشکوٰۃ کتاب الایمان فی بیان التوحید

جن سے انسان ابتلاؤں اور وسوسوں میں پڑتے ہیں۔

لیکن انسان کو سوچنا چاہیئے کہ ہو نہیں سکتا کہ اس کی تمام کی تمام خواہشیں پوری ہوں۔ اور وہ کسی تکلیف میں نہ پڑے۔ حضرت خلیفۃ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے ایک اُستاد سے رخصت ہونے لگے تو آپ نے ان سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کریں۔ آپ کے اُستاد نے فرمایا کہ آپ خُدا نہ بنیں۔ حضرت مولوی صاحب نے سوال کیا کہ انسان کیسے خدا بنتا ہے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ جب انسان یہ چاہتا ہے کہ جس طرح اس کی خواہش ہے۔ اسی طرح ہو۔ اور اس کے خلاف کبھی نہ ہو۔ تو اس وقت وہ انسانیت سے باہر قدم رکھتا اور خدا بننا چاہتا ہے۔ کیونکہ انسان کی یہ شان نہیں ہے۔ کہ وہ جو خواہش کرے پوری ہو جائے۔ یہ تو خاصۂ خداوندی ہے۔ کہ وہ جس طرح چاہتا ہے۔ اسی طرح اس کے ارادہ کے ماتحت سب کچھ انجام پاتا ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کے ارادہ میں مزاحم ہو سکے [1]

تو درحقیقت بہت سے وسوسے اسی لیے ہوتے ہیں۔ کہ انسان خدا بننا چاہتا ہے۔ اگر انسان غور کرے تو اس کو معلوم ہو جائے کہ ایسے وساوس جو پاک ہوں اور محض صحیح علم کے ماتحت ہوں وہ شاذ و نادر ہوتے ہیں۔ بلکہ شاید سو میں سے ایک ہو ورنہ بہت سے اعتراض جن کی بظاہر کوئی وجہ نہیں ہوتی وہ اغراض مخفیہ سے وابستہ ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان پر شیطان کا قبضہ ہوتا ہے۔

مَیں نے کہا ہے کہ سو میں سے ایک کا شک اصلی ہوتا ہے اور اگر اور دقت نظر سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ لاکھ میں سے ایک شک اصلی ہو گا۔ ورنہ جس کے دل میں شک پیدا ہوتا ہے اس شک وشبہ کی وجہ ذاتی ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان اپنے تئیں خدا قرار دیتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جس طرح مَیں نے چاہا اسی طرح کیوں نہ ہوا۔ لاکھ میں سے ایک شبہ نہ سمجھنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

جن لوگوں کے دلوں میں شکوک شبہات پڑتے ہیں اور ان کے دل میں وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ وہ عام طور پر ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں برداشت کی طاقت نہیں ہوتی۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ چاہتے ہیں۔ اسی طرح ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ والدین ہمیشہ جن بچوں کی خواہش کو پورا کرتے ہیں۔ اور کبھی ان کی خواہش کے خلاف نہیں ہونے دیتے۔ ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ بڑے ہو کر ہمیشہ مصائب اور دُکھوں کے وقت گھبرا جاتے ہیں کیونکہ ان میں برداشت کی قوت نہیں پیدا کی جاتی

---

[1] حیاتِ نور مصنفہ شیخ عبدالقادر صاحب (سابق سوداگرمل) صفحہ ۵۱

مگر وہ بچے جو ابتداء میں تکالیف اُٹھاتے ہیں ان میں برداشت کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے۔اور وہ کسی سخت سے سخت تکلیف سے بھی نہیں گھبرایا کرتے۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے تئیں خدامت بناؤ۔ خدا ہی ایک ایسی ہستی ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔اگر انسان کی کوئی خواہش پوری نہ ہوتو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ انسان ہے۔ خدا نہیں۔ جو لوگ بے صبری سے کام لیتے ہیں وہ ہمیشہ ذلیل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ اور آپ لوگوں کی کمزوریوں کو دُور کرے اور آپ کو سچی معرفت سچا تقویٰ اور سچا اخلاص عنایت کرے۔ تاکہ آپ خُدا کے نُور سے حصّہ پائیں۔ جسکو وہ دُنیا میں پھیلا رہا ہے۔"

(الفضل ۱۵ رفروری ۱۹۱۹ء)